QuranUrdu.com

تفہیم القرآن

البیّنۃ

(۹۸)

QuranUrdu.com

البیّنۃ

نام

پہلی آیت کے لفظ البَیِّنَۃُ کو اس سورہ کا نام قرار دیا گیا ہے۔

زمانۂ نزول

اس کے بھی مکّی اور مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ جُمہور کے نزدیک یہ مکی ہے، اور بعض دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ جُمہور کے نزدیک مدنی ہے۔ ابن الزُّبیر اور عطاء بن یَسار کا قول ہے کہ یہ مدنی ہے۔ ابنِ عباسؓ اور قَتادہؒ کے دو قول منقول ہیں۔ ایک یہ کہ یہ مکی ہے، دوسرا یہ کہ مدنی ہے۔ حضرت عائشہؓ اِسے مکی قرار دیتی ہیں۔ ابوحیّان صاحبِ بحرالمحیط اور عبدالمنعم ابن الفرس صاحبِ احکام القرآن اس کے مکی ہونے ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔ جہاں تک اِس کے مضمون کا تعلق ہے، اُس میں کوئی علامت ایسی نہیں پائی جاتی جو اِس کے مکی یا مدنی ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہو۔

موضوع اور مضمون

قرآنِ مجید کی ترتیب میں اِس کو سورۂ علق اور سورۂ قدر کے بعد رکھنا بہت معنیٰ خیز ہے۔ سورۂ عَلَق میں پہلی وحی درج کی گئی ہے۔ سورۂ قدر میں بتایا گیا ہے کہ وہ کب نازل ہوئی۔ اور اِس سورہ میں بتایا گیا ہے کہ اس کتابِ پاک کے ساتھ ایک رسول بھیجنا کیوں ضروری تھا۔

سب سے پہلے رسول بھیجنے کی ضرورت بیان کی گئی ہے، اور وہ یہ ہے کہ دنیا کے لوگ، خواہ وہ اہلِ کتاب میں سے ہوں یا مشرکین میں سے، جس کفر کی حالت میں مبتلا تھے، اُس سے اُن کا نکلنا اِس کے بغیر ممکن نہ تھا کہ ایک ایسا رسول بھیجا جائے جس کا وجود خود اپنی رسالت پر دلیلِ روشن ہو، اور وہ لوگوں کے سامنے خدا کی کتاب کو اس کی اصلی اور صحیح صورت میں پیش کرے جو باطل کی اُن تمام آمیزشوں سے پاک ہو جن سے پچھلی کُتُبِ آسمانی کو آلودہ کر دیا گیا ہے، اور بالکل راست اور دُرست تعلیمات پر مشتمل ہو۔

اِس کے بعد اہلِ کتاب کی گمراہیوں کے متعلق وضاحت کی گئی ہے کہ اُن کے اِن مختلف راستوں میں بھٹکنے کی وجہ یہ نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی کوئی رہنمائی نہ کی تھی، بلکہ وہ اِس کے بعد بھٹکے کہ راہِ راست کا بیانِ واضح اُن کے پاس آ چکا تھا۔ اِس سے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اپنی گمراہیوں کے وہ خود ذمّہ دار ہیں، اور اب پھر اللہ کے اِس رسول کے ذریعے سے بیانِ واضح آ جانے کے بعد بھی اگر وہ بھٹکتے ہی رہیں گے تو اُن کی ذمّہ داری اور زیادہ بڑھ جائے گی۔

اِسی سلسلے میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو انبیاءؑ بھی آئے تھے، اور جو کتابیں بھی

QuranUrdu.com

بھیجی گئی تھیں، اُنھوں نے اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا تھا کہ سب طریقوں کو چھوڑ کر خالص اللہ کی بندگی کا طریقہ اختیار کیا جائے، کسی اور کی عبادت و بندگی اور اطاعت و پرستش کو اس کے ساتھ شامل نہ کیا جائے، نماز قائم کی جائے اور زکوٰۃ ادا کی جائے۔ یہی ہمیشہ سے ایک صحیح دین رہا ہے۔ اِس سے بھی یہ نتیجہ خود بخود برآمد ہوتا ہے کہ اہلِ کتاب نے اِس اصل دین سے ہٹ کر اپنے مذہبوں میں جن نئی نئی باتوں کا اضافہ کرلیا ہے وہ سب باطل ہیں، اور اللہ کا یہ رسول جو اَب آیا ہے، اُسی اصل دین کی طرف پلٹنے کی انھیں دعوت دے رہا ہے۔

آخر میں صاف صاف ارشاد ہوا ہے کہ جو اہلِ کتاب اور مشرکین اس رسول کو ماننے سے انکار کریں گے، وہ بدترینِ خلائق ہیں، ان کی سزا اَبدی جہنّم ہے، اور جو لوگ ایمان لا کر عملِ صالح کا طریقہ اختیار کرلیں گے اور دنیا میں خدا سے ڈرتے ہوئے زندگی بسر کریں گے، وہ بہترینِ خلائق ہیں، اُن کی جزا یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔

QuranUrdu.com

۸ ایاتھا

سُوۡرَۃُ الۡبَیِّنَۃِ مَدَنِیَّۃٌ

۱ رکوعاتھا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ مُنۡفَکِّیۡنَ

اہلِ کتاب اور مشرکین[1] میں سے جو لوگ کافر تھے[2] (وہ اپنے کفر سے) باز آنے والے نہ تھے،

۱ – کفر میں مشترک ہونے کے باوجود ان دونوں گروہوں کو دو الگ الگ ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ اہلِ کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس پہلے انبیاؑ کی لائی ہوئی کتابوں میں سے کوئی کتاب، خواہ تحریف شدہ شکل ہی میں سہی، موجود تھی اور وہ اُسے مانتے تھے۔ اور مشرکین سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی نبی کے پیرو اور کسی کتاب کے ماننے والے نہ تھے۔ قرآنِ مجید میں اگرچہ اہلِ کتاب کے شرک کا ذکر بہت سے مقامات پر کیا گیا ہے۔ مثلاً عیسائیوں کے متعلق فرمایا گیا کہ وہ کہتے ہیں، اللہ تین خداؤں میں کا ایک ہے۔ (المائدہ: ۷۳) وہ مسیحؑ ہی کو خدا کہتے ہیں۔ (المائدہ: ۱۷) وہ مسیحؑ کو خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔ (التوبہ: ۳۰) اور یہود کے متعلق فرمایا گیا کہ وہ عُزیرؑ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ (التوبہ: ۳۰) لیکن اس کے باوجود قرآن میں کہیں اُن کے لیے "مشرک" کی اصطلاح استعمال نہیں کی گئی بلکہ ان کا ذکر اہلِ کتاب یا الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ (جن کو کتاب دی گئی تھی)، یا یہود اور نصاریٰ کے الفاظ سے کیا گیا ہے، کیونکہ وہ اصلِ دین توحید ہی کو مانتے تھے اور پھر شرک کرتے تھے۔ بخلاف اِس کے غیر اہلِ کتاب کے لیے "مُشرک" کا لفظ بطورِ اصطلاح استعمال کیا گیا ہے، کیونکہ وہ اصلِ دین شرک ہی کو قرار دیتے تھے اور توحید کے ماننے سے اُن کو قطعی انکار تھا۔ یہ فرق اِن دونوں گروہوں کے درمیان صرف اصطلاح ہی میں نہیں بلکہ شریعت کے احکام میں بھی ہے۔ اہلِ کتاب کا ذبیحہ مسلمانوں کے لیے حلال کیا گیا ہے اگر وہ اللہ کا نام لے کر حلال جانور کو صحیح طریقے سے ذبح کریں، اور ان کی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔ اس کے برعکس مشرکین کا نہ ذبیحہ حلال ہے اور نہ ان کی عورتوں سے نکاح حلال۔

۲ – یہاں کفر اپنے وسیع معنوں میں استعمال کیا گیا ہے جن میں کافرانہ رَوِیّے کی مختلف صورتیں شامل ہیں۔ مثلاً کوئی اِس معنیٰ میں کافر تھا کہ سرے سے اللہ ہی کو نہ مانتا تھا۔ کوئی اللہ کو مانتا تھا مگر اسے واحد معبُود نہ مانتا تھا، بلکہ خدا کی ذات، یا خدائی کی صفات و اختیارات میں کسی نہ کسی طور پر دوسروں کو شریک ٹھیرا کر اُن کی عبادت بھی کرتا تھا۔ کوئی اللہ کی وحدانیت بھی مانتا تھا مگر اس کے باوجود کسی نوعیت کا شرک بھی کرتا تھا۔ کوئی خدا کو مانتا تھا مگر اس کے نبیوں کو نہیں مانتا تھا اور اُس ہدایت کو قبول کرنے کا قائل نہ تھا جو انبیاؑ کے ذریعے سے آئی ہے۔ کوئی کسی نبی کو مانتا تھا اور کسی دوسرے نبی کا انکار کرتا تھا۔ کوئی آخرت کا منکر تھا۔ غرض مختلف قسم کے کفر تھے جن میں لوگ مبتلا تھے۔ اور یہ جو فرمایا کہ "اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کافر تھے"، اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ کفر میں مبتلا نہ تھے، بلکہ مطلب یہ ہے

QuranUrdu.com

حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۙ﴿۱﴾ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ﴿۲﴾ فِيْهَا
كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ؕ﴿۳﴾ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا
جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ؕ﴿۴﴾ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ
الدِّيْنَ ۙ۬ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ؕ﴿۵﴾

جب تک کہ ان کے پاس دلیلِ روشن نہ آ جائے[3] (یعنی) اللہ کی طرف سے ایک رسول[4] جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے[5]، جن میں بالکل راست اور دُرست تحریریں لکھی ہوئی ہوں۔

پہلے جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی اُن میں تفرِقہ برپا نہیں ہوا مگر اِس کے بعد کہ اُن کے پاس (راہِ راست کا) بیانِ واضح آ چکا تھا[6]۔ اور اُن کو اِس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں اپنے دین کو اُس کے لیے خالص کر کے، بالکل یکسُو ہو کر، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ یہی نہایت صحیح و درست دین ہے[7]۔

کہ کفر میں مبتلا ہونے والے دو گروہ تھے: ایک اہلِ کتاب، دوسرے مشرکین۔ یہاں مِنْ تبعیض کے لیے نہیں بلکہ بیان کے لیے ہے۔ جس طرح سورۂ حج، آیت ۳۰ میں فرمایا گیا: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بتوں کی گندگی سے بچو، نہ یہ کہ بتوں میں جو گندگی ہے اُس سے بچو۔ اسی طرح الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ کا مطلب بھی یہ ہے کہ کفر کرنے والے، جو اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے ہیں، نہ یہ کہ اِن دونوں گروہوں میں سے جو لوگ کفر کرنے والے ہیں۔

۳- یعنی اُن کے اِس حالتِ کفر سے نکلنے کی کوئی صورت اِس کے سوا نہ تھی کہ ایک دلیلِ روشن آ کر انھیں کفر کی ہر صورت کا غلط اور خلافِ حق ہونا سمجھائے اور راہِ راست کو واضح اور مُدَلَّل طریقے سے ان کے سامنے پیش کر دے۔ اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اُس دلیلِ روشن کے آ جانے کے بعد وہ سب کفر سے باز آ جانے والے تھے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس دلیل کی غیر موجودگی میں تو ان کا اِس حالت سے نکلنا ممکن ہی نہ تھا۔ البتہ اس کے آنے کے بعد بھی اُن میں سے جو لوگ اپنے کفر پر قائم رہیں اُس کی ذمہ داری پھر اُنھی پر ہے، اس کے بعد وہ اللہ سے یہ شکایت نہیں کر سکتے کہ آپ نے ہماری ہدایت کے لیے کوئی انتظام نہیں کیا۔ یہ وہی بات ہے جو قرآنِ مجید میں مختلف مقامات پر مختلف طریقوں سے بیان کی گئی ہے۔ مثلاً سورۂ نحل میں فرمایا: وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ، ”سیدھا راستہ بتانا اللہ کے ذمے ہے۔“ (آیت ۹) سورۂ لیل میں فرمایا: اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ”راستہ بتانا ہمارے ذمے ہے۔“ (آیت ۱۲) اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ

QuranUrdu.com

اِلٰی نُوْحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِہٖ ۚ ...... رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ’’(اے نبیؐ!) ہم نے تمھاری طرف اُسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح اور اُس کے بعد کے نبیوں کی طرف بھیجی تھی...... ان رسولوں کو بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا بنایا گیا، تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لیے اللہ پر کوئی حجت نہ رہے۔‘‘ (النساء: ۱۶۴-۱۶۵) یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ عَلٰی فَتْرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِیْرٍ وَّلَا نَذِیْرٍ ۡ فَقَدْ جَآءَکُمْ بَشِیْرٌ وَّنَذِیْرٌ۔ ’’اے اہلِ کتاب! تمھارے پاس ہمارا رسول حقیقت واضح کرنے کے لیے رسولوں کا سلسلہ ایک مدّت تک بند رہنے کے بعد آ گیا ہے، تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس نہ کوئی بشارت دینے والا آیا نہ خبردار کرنے والا۔ سو، لو اب تمھارے پاس بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا آ گیا۔‘‘ (المائدہ: ۱۹)

۴- یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذاتِ خود ایک دلیلِ روشن کہا گیا ہے، اس لیے کہ آپؐ کی نبوت سے پہلے کی اور بعد کی زندگی، آپؐ کا اُمّی ہونے کے باوجود قرآن جیسی کتاب پیش کرنا، آپؐ کی تعلیم اور صحبت کے اثر سے ایمان لانے والوں کی زندگیوں میں غیر معمولی انقلاب رونما ہو جانا، آپؐ کا بالکل معقول عقائد، نہایت سُتھری عبادات، کمال درجے کے پاکیزہ اخلاق، اور انسانی زندگی کے لیے بہترین اصول و احکام کی تعلیم دینا، آپؐ کے قول اور عمل میں پوری پوری مطابقت کا پایا جانا، اور آپؐ کا ہر قسم کی مزاحمتوں اور مخالفتوں کے مقابلے میں انتہائی اُولُوا العزمی کے ساتھ اپنی دعوت پر ثابت قدم رہنا، یہ ساری باتیں اس بات کی کُھلی علامات تھیں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔

۵- لغت کے اعتبار سے تو صحیفوں کے معنٰی ہیں: ’’لکھے ہوئے اوراق‘‘، لیکن قرآنِ مجید میں اصطلاحاً یہ لفظ انبیا علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور پاک صحیفوں سے مراد ہیں ایسے صحیفے جن میں کسی قسم کے باطل، کسی طرح کی گمراہی و ضلالت، اور کسی اخلاقی گندگی کی آمیزش نہ ہو۔ اِن الفاظ کی پوری اہمیّت اُس وقت واضح ہوتی ہے جب انسان قرآنِ مجید کے مقابلے میں بائبل (اور دوسرے مذاہب کی کتابوں کا بھی) مطالعہ کرتا ہے اور ان میں صحیح باتوں کے ساتھ ایسی باتیں لکھی ہوئی دیکھتا ہے جو حق و صداقت اور عقلِ سلیم کے بھی خلاف ہیں اور اخلاقی اعتبار سے بھی بہت گری ہوئی ہیں۔ ان کو پڑھنے کے بعد جب آدمی قرآن کو دیکھتا ہے تو اسے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتنی پاک اور مطہّر کتاب ہے۔

۶- یعنی اِس سے پہلے اہلِ کتاب جو مختلف گمراہیوں میں بھٹک کر بے شمار فرقوں میں بٹ گئے، اُس کی وجہ یہ نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے اُن کی رہنمائی کے لیے دلیلِ روشن بھیجنے میں کوئی کسر اٹھا رکھی تھی، بلکہ یہ رَوِش انھوں نے اللہ کی جانب سے رہنمائی آ جانے کے بعد اختیار کی تھی، اس لیے اپنی گمراہی کے وہ خود ذمّہ دار تھے، کیونکہ ان پر حجت تمام کی جا چکی تھی۔ اِسی طرح اب چونکہ اُن کے صحیفے پاک نہیں رہے ہیں اور ان کی کتابیں بالکل راست اور دُرست تعلیمات پر مشتمل نہیں رہی ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایک دلیلِ روشن کی حیثیت سے اپنا ایک رسول بھیج کر اور اس کے ذریعے سے پاک صحیفے بالکل راست اور دُرست تعلیمات پر مشتمل پیش کر کے ان پر پھر حجت تمام کر دی ہے، تاکہ اس کے بعد بھی اگر وہ

QuranUrdu.com

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَٰبِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ
خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ أُولَٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ﴿٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّٰلِحَٰتِ ۙ أُولَٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ﴿٧﴾ جَزَآؤُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّٰتُ
عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ۖ رَّضِيَ اللَّهُ
ع ۸ ۲۳ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ﴿٨﴾ ع

اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ہے[۸] وہ یقیناً جہنّم کی آگ میں جائیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے، یہ لوگ بدترینِ خلائق ہیں[۹]۔ جو لوگ ایمان لے آئے اور جنھوں نے نیک عمل کیے، وہ یقیناً بہترینِ خلائق ہیں[۱۰]۔ اُن کی جزا اُن کے رب کے ہاں دائمی قیام کی جنّتیں ہیں، جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ کچھ ہے اُس شخص کے لیے جس نے اپنے رب کا خوف کیا ہو[۱۱]۔ ع

متفرق رہیں تو اس کی ذمّہ داری اُنھی پر ہو، اللہ کے مقابلے میں وہ کوئی حُجّت پیش نہ کر سکیں۔ یہ بات قرآنِ مجید میں بکثرت مقامات پر فرمائی گئی ہے۔ مثال کے طور پر مُلاحظہ ہو: البقرہ، آیات ۲۱۳ - ۲۵۳۔ آلِ عمران، ۱۹۔ المائدہ، ۴۴ تا ۵۰۔ یونُس، ۹۳۔ الشّوریٰ، ۱۳ تا ۱۵۔ الجاثیہ، ۱۶ تا ۱۸۔ اس کے ساتھ اگر وہ حواشی بھی پیشِ نظر رکھے جائیں جو تفہیم القرآن میں اِن آیات پر ہم نے لکھے ہیں تو بات سمجھنے میں مزید آسانی ہوگی۔

۷ - یعنی جس دین کو اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں، اِسی دین کی تعلیم اہلِ کتاب کو اُن کے ہاں آنے والے انبیأ اور ان کے ہاں نازل ہونے والی کتابوں نے دی تھی، اور اُن عقائدِ باطلہ اور اعمالِ فاسدہ میں سے کسی چیز کا اُنھیں حکم نہیں دیا گیا تھا جنھیں اُنھوں نے بعد میں اختیار کر کے مختلف مذاہب بنا ڈالے۔ صحیح اور درست دین ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ خالص اللہ کی بندگی کی جائے، اُس کے ساتھ کسی دوسرے کی بندگی کی آمیزش نہ کی جائے، ہر طرف سے رُخ پھیر کر انسان صرف ایک اللہ کا پرستار اور تابعِ فرمان بن جائے، نماز قائم کی جائے اور زکوٰۃ ادا کی جائے۔ (مزید تشریح کے لیے مُلاحظہ ہو: تفہیم القرآن، جلد دوم، الاعراف، حاشیہ ۱۹۔ یونُس، حواشی ۱۰۸-۱۰۹۔ جلد سوم، الروم، حواشی ۴۳ تا ۴۷۔ جلد چہارم، الزُّمَر، حواشی ۳-۴)

QuranUrdu.com

اس آیت میں دِيْنُ الْقَيِّمَةِ کے جو الفاظ آئے ہیں ان کو بعض مفسرین نے دین الملّة القیّمة یعنی ''راست رَو ملّت کا دین'' کے معنیٰ میں لیا ہے، اور بعض اسے اضافتِ صفت الی الموصوف قرار دیتے ہیں اور قیمة کی ''ۃ'' کو علّامہ اور فہّامہ کی طرح مبالغے کی ''ۃ'' قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس کے معنیٰ وہی ہیں جو ہم نے ترجمے میں اختیار کیے ہیں۔

۸ – یہاں کفر سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے سے انکار کرنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکین اور اہلِ کتاب میں سے جن لوگوں نے اُس رسول کے آجانے کے بعد اُس کو نہیں مانا جس کا وجود خود ایک دلیلِ روشن ہے اور جو بالکل درست تحریروں پر مشتمل پاک صحیفے اُن کو پڑھ کر سُنا رہا ہے، ان کا انجام وہ ہے جو آگے بیان کیا جا رہا ہے۔

۹ – یعنی خدا کی مخلوقات میں اُن سے بدتر کوئی مخلوق نہیں ہے، حتّٰی کہ جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں، کیونکہ جانور عقل اور اختیار نہیں رکھتے، اور یہ عقل اور اختیار رکھتے ہوئے حق سے منہ موڑتے ہیں۔

۱۰ – یعنی وہ خدا کی مخلوقات میں سب سے، حتّٰی کہ ملائکہ سے بھی افضل و اشرف ہیں، کیونکہ فرشتے نافرمانی کا اختیار ہی نہیں رکھتے، اور یہ اُس کا اختیار رکھنے کے باوجود فرماں برداری اختیار کرتے ہیں۔

۱۱ – بالفاظِ دیگر، جو شخص خدا سے بے خوف اور اس کے مقابلے میں جری و بے باک بن کر نہیں رہا، بلکہ دنیا میں قدم قدم پر اِس بات سے ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرتا رہا کہ کہیں مجھ سے ایسا کوئی کام نہ ہو جائے جو خدا کے ہاں میری پکڑ کا موجب ہو، اس کے لیے خدا کے پاس یہ جزا ہے۔